سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

مفتی اعظم مولانا عبدالقادر یوگوی رحمہ اللہ

عبدالرحیم روزی

پیدائش اور ابتدائی تعلیم وتربیت:

آپ تقریباً 1913ء میں بلتستان کے ایک خوبصورت گاؤں "یوگو" میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام ابراہیم تھا۔ ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے ہی گاؤں میں حاصل کی، اس کے بعد غواڑی تشریف لائے۔ جہاں مولانا محمد موسیٰ علیہ الرحمۃ نے "مدرسہ دارالحدیث" کی طرح ڈال کر فرزندان بلتستان کے لئے تعلیم وتربیت کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔

مولانا عبدالقادرؒ بچپن ہی سے زیرک اور ہوشیار واقع ہوئے تھے۔ استاد مرحوم مولانا عبدالرشید ندوی رحمہ اللہ بار بار کلاس میں آپ کی والدہ کا یہ کلام نقل کرتے تھے کہ "ماں کے لال میرے عبدالقادر نے اپنے استاد مولانا کریم بخشؒ کا ناطقہ بند کر دیا۔" موصوفہ یہ کلام یوگو کے مخصوص لہجے میں کہا کرتی تھی۔ خود مولانا محمد موسیٰ رحمہ اللہ بار بار فخر کے ساتھ فرمایا کرتے تھے: "اللہ تعالیٰ کا مجھ پر خاص کرم ہے کہ اس نے میری عمر کے آغاز میں عبدالصمد بلغاری رحمہ اللہ، درمیانی عمر میں مولوی کریم بخش رحمہ اللہ اور آخری عمر میں عبدالقادر رحمہ اللہ جیسے لائق وہونہار شاگرد عطا کیے۔"

ہندوستان روانگی:

بابا عبدالملک حفظہ اللہ کے افادات کے مطابق مولانا موسیٰ رحمہ اللہ سے کافی علم اخذ کرنے کے بعد آپ پہاڑ کی چوٹیوں سے گزرتے ہوئے بغرض تعلیم وقت کے مرکز علوم ہندوستان پہنچے۔ متعدد علماء رحمہم اللہ سے استفادہ کیا، پنجاب سے مولوی فاضل کیا اور "اورینٹیل کالج"، فتح پور دہلی سے فراغت پائی۔

بلتستان واپسی اور "دارالعلوم" میں تشریف آوری:

فراغت کے بعد آپ وطن مالوف بلتستان تشریف لائے اور اپنے گاؤں میں دعوت وتبلیغ اور تدریس کا کام کرنے لگے، ان خدمات کے لیے آپ کو آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی طرف سے 10 روپے مشاہرہ ملتا تھا۔ پھر تقسیم ملک کے فسادات کی وجہ سے یہ سلسلہ بند ہوا۔ اور قیام پاکستان کے بعد حکومت نے بہت سے مکاتب قائم کئے۔ مولانا عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ

بھی ''مکتب ادارہ علوم شرقیہ'' میں تدریسی خدمات پیش کرتے تھے، جس پر مبلغ 80 روپے مشاہرہ ملتا تھا۔

بقیۃ السلف مولانا عبدالباقی خان کے افادات کے مطابق 1958ء تک پرانے علماء رحمہم اللہ ایک ایک کر کے وفات پا گئے، نئی نسل ابھی تیار نہیں ہوئی تھی جس سے قحط الرجال کا سماں تھا۔ دارالعلوم بلتستان کا نظم و نسق حال ہی میں مولانا حاجی خلیل الرحمٰن مرحوم نے سنبھال لیا تھا، انجمن اسلامیہ بلتستان بھی مالی کمزوری کا شکار ہو کر دارالعلوم کی اعانت سے قاصر تھی۔

مولانا عبدالباقی آہ بھر کر اس صورتحال پر یوں روشنی ڈالتے ہیں: ''میں نے حاجی خلیلؒ صاحب سے کہا! اگر آپ اجازت دیں تو میں بلتستان کا چپا چپا چھان کر علماء ڈھونڈ لاؤں گا۔ حاجی رحمہ اللہ ادارے کی معاشی حالت سے دلگیر تھے۔ آپؒ نے فرمایا: جاؤ تجربہ کرنے میں کوئی مضایقہ نہیں، البتہ دارالعلوم کی اس کمزور حالت کو دیکھ کر کون آنے کو تیار ہوگا؟!

حاجی رحمہ اللہ سے اذن پا کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بلغار، شگر اور کیریس کی خاک چھان لی۔ کریس سے مولانا محمد علیؒ نے حوصلہ افزا جواب دیا۔ مگر بڑھاپا ان کا ساتھ نہ دے سکا۔ کہیں سے دندان شکن جواب ملنے پر ماتھا ٹھنکا۔ بالآخر میں یوگو پہنچا، اور جواں سال عالم مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کو دعوت دی۔ آپ زیر لب مسکرا کر چپ ہو گئے۔ حالات کے پس منظر میں یہ معنی خیز مسکراہٹ، پھر تلخ خاموشی واضح طور پر چغلی کھا رہی تھی کہ آپ کے دل و دماغ میں تلاطم بپا ہے، شورش برپا ہے، علمی رسوخ اور قلبِ سلیم آپ کو غواڑی کی طرف کھینچ رہا ہے اور جوانی کی امنگوں میں 80 روپے ماہوار تنخواہ کی پکی سرکاری ملازمت اور روشن مستقبل کی خواہشیں یوگو سے الوداع کرنے پر آمادہ نہیں۔ میں چشم تخیل سے دیکھ رہا تھا کہ دنیوی اور اخروی مفادات کا یہ تصادم دونوں علاقوں کے 11 کلومیٹر فاصلے کو مشرق اور مغرب سے زیادہ دور لے جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی حرم محترمہ صدیقہ بنت احمد علی خان رحمہما اللہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ بڑی مؤمنہ اور بصیرت والی خاتون تھیں۔ موصوفہ نے اس معنی خیز مسکراہٹ کی تہ میں چھپے ہوئے فکر معاش کو بھانپ لیا اور صبر و شکر کی یہ پیکر ڈھارس بندھاتے ہوئے گویا ہوئی:

''اے میاں محترم! اللہ تعالیٰ ہمیں بھوکا نہیں رکھے گا۔ اس تنخواہ کو تج کر دارالعلوم غواڑی چل دیجیے۔ کیونکہ جماعت کو آپ کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی وسیلہ نکال لے گا۔ میں روکھی سوکھی نوالوں پر گزارہ کر لوں گی۔''

قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کرانے والی ام العیال رحمہا اللہ سے یہ حوصلہ افزا مشورہ پا کر آپ غواڑی چل دیے۔

مولانا عبدالباقی کا بیان ہے: ''اس دن میرے رواں رواں میں خوشی رقصاں تھی۔'' پھر خلاف توقع آپ کی تشریف آوری پر حاجی خلیل الرحمٰن رحمہ اللہ اور دیگر زعماء نے بھی بے پناہ مسرت کا اظہار کیا اور انتظامیہ نے آپ کی اس عظیم قربانی

کی قدر کرتے ہوئے مبلغ 60 روپے مشاہرہ مقرر کر دیا۔

دارالعلوم کے اس عظیم سپوت نے نہ صرف مفتی کریم بخش رحمہ اللہ کا علمی دور زندہ کیا، بلکہ رب ذوالجلال نے اس اخلاص بھری قربانی کی برکت سے دارالعلوم کے لئے بھی ترقی کے دروازے کھول دیے اور دارلعلوم کو چار چاند لگا دیے۔

آپ کے دست راست مولانا محمد حسن اثری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مولانا کریم بخش رحمہ اللہ خداداد صلاحیت کے مالک ضرور تھے۔تاہم مولوی مفتی عبدالقادر رحمہ اللہ ریاضی دان بھی ہونے کی وجہ سے علم میراث میں زیادہ ماہر تھے۔قبل ازیں بھی آپ کا استاذ مفتی کریم بخش رحمہ اللہ بعض مسائل حل کرانے کے لئے آپ کو یوگو سے طلب کر لیا کرتے تھے۔

جب آپ 1958ء میں غواڑی پہنچے،تو دارالقضاء والافتاء کے سربراہ تعینات ہوئے۔جائزہ مدارس عربیہ کے مطابق 1960ء تک 2700 کے قریب فتاوی دے چکے تھے۔(یہ معلومات حاجی خلیل الرحمٰن رحمہ اللہ کی فراہم کردہ ہیں۔) اس کے بعد وفات تک کتنے فتاوی جاری کیے ہوں گے۔ بلتستان کے اکثر علاقوں سے بلاامتیازِ مذہب لوگ اپنے تنازعات کے شرعی حل کے لئے آپ کو معتبر سمجھتے اور آپ ہی سے رجوع کرتے تھے۔آپ ادارے سے کوئی مفاد لیے بغیر شرعی فیصلہ کرتے تھے۔آپ رحمہ اللہ کے بعض تاریخ ساز فیصلوں کے ثمرات سے کتنے سنگین تنازعات نمٹے ہیں،آج تک متعدد اقوام سکھ کا سانس لے رہی ہیں۔

آپ کسی بھی فیصلے کو طول نہیں دیتے تھے۔ضروری بیانات سن کر عدالتی تقاضے پورے کرتے،اس کے بعد اسی محضر میں فیصلہ سنا دیتے۔آپ نہایت معاملہ فہم تھے۔اگر کوئی فریق غلط بیانی سے کام لیتا تو آپ رحمہ اللہ اس کی کماحقہ سرزنش کرتے۔ تاکہ آئندہ اسے اس قسم کی جرأت نہ ہو اور دوسرے لوگ بھی عبرت حاصل کر سکیں۔

مولانا محمد حسین آزاد حفظہ اللہ آپ رحمہ اللہ کے بارے میں یوں تجزیہ کرتے ہیں کہ آپ کی شخصیت ہردلعزیز اور غیر متنازعہ تھی،مگر مزاج طفلانہ رکھتے تھے۔

آپ رحمہ اللہ دارالعلوم کے شیخ الحدیث بھی تھے،جس کمرے میں صحیح بخاری پڑھاتے وہی شرعی عدالت بھی تھی اور رات کو طلباء کی خوابگاہ بھی۔ دوران کلاس بھی لوگ مقدمہ لے آتے تو آپ وہیں محضر قائم کرتے اور فیصلہ سناتے۔اس طرح آپ کے تلامذہ کو درس کے ساتھ ساتھ شرعی فیصلہ کا عملی سبق بھی ملتا تھا۔

آپ رحمہ اللہ کے عقیدت مند شاگرد مولانا آزاد کہتے ہیں کہ آپ جہاں پہنچ جاتے خطبہ دیتے، ہرنماز کے بعد درس

دیتے اور سوالات کے جوابات دیتے تھے۔

بعض مسائل میں جمہور امت کے برخلاف فقہ حنفی کو ترجیح دیتے تھے۔

مثلاً: ایک سائل نے لکڑی اور لکڑی کے درمیان متفاضلاً تبادلہ کا سوال کیا تو آپ رحمہ اللہ نے منع فرمایا۔ کیونکہ لکڑی اتحاد جنس کے علاوہ وزن کی علت میں بھی مشترک ہے۔ واللہ اعلم

آپ رحمہ اللہ کا خطبہ نہایت پرکشش، عالمانہ اور مقبول عوام وخواص تھا۔ ہر خطبے کے آخر میں خلفائے راشدین اور حسنین رضی اللہ عنہم کا نام لیتے اور عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم ودیگر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا اجمالی تذکرہ اور رحمت کی دعا کرتے تھے۔

طلباء پر شفقت:

دینی طلباء کو اپنی اولاد کی طرح عزیز سمجھتے اور ان کی خوب حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ راقم نے جب دار العلوم میں پہلی بار جلسے میں تقریر کی، جس کی صدارت آپ کر رہے تھے۔ آپ نے خوب سراہا اور شاباش دی۔ حالانکہ تقریر کیا تھی؟ ایک غیر مربوط اور بے جوڑ کلام سے تعبیر تھی۔

آپ امتحان ہال میں بن بلائے تشریف لاتے، آپ کی سادگی اور بے پناہ شفقت سے امتحانی عملہ رنجیدہ رہتا تھا، اور نگران حضرات سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کوئی بہانہ تراش کر آپ کو بڑی عزت واحترام کے ساتھ باہر لے جاتے۔ اور طلباء حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے رہ جاتے۔ آپ کے ایک شاگرد مولوی عطاء اللہ کا کہنا ہے کہ آپ اس کی معاشی کمزوری کو بھانپ کر امداد کرتے تھے۔

اس وقت کے نائب شیخ الحدیث مولانا عبد الرشید ندوی رحمہ اللہ طلباء کی کڑی نگرانی کرتے اور خوب پدرانہ شفقت سے پیش آتے تھے، نماز فجر کے بعد لمبی تان کر خواب خرگوش کے مزے لوٹنے والے طلباء پر بجلی بن کر گرتے تھے، ان کی گرجدار آواز سن کر مولانا عبد القادر رحمہ اللہ طلباء سے فرمایا کرتے: ''بابا آرہا ہے، ہوشیار ہو جاؤ!'' کبھی کبھی بیزار ہو کر یہاں تک فرماتے کہ اس بزرگ کے مزاج میں خشونت پائی جاتی ہے۔

مولانا ندوی رحمہ اللہ آپ رحمہ اللہ کا بہت احترام کرتے، وہ آپ کے بڑے مداح اور ثناخواں تھے۔ اور جستہ جستہ آپ رحمہ اللہ کے احوال سناتے رہتے تھے۔

افسوس! اب ضرورت پڑنے پر ہمارے ان اسلاف کے کارنامے بیان کرنے والے بھی موجود نہ رہے۔ بلکہ اس مادی

دور میں اسلاف رحمہم اللہ کے ایمان افروز واقعات سے دلچسپی رکھنے والے بھی کمیاب ہیں۔

تواضع وانکساری:

آپ سلف صالحین رحمہم اللہ کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ ریاونمود سے کوسوں دور، تکلفات زندگی سے بے نیاز، ہٹو بچو سے متنفر ایک درویش صفت مؤمن تھے۔ ہر طبقہ زندگی کے لوگوں سے روابط تھے۔ ایک ادنیٰ سے گھر میں بھی دعوت قبول کرتے جس سے انہیں بڑا حوصلہ ملتا۔ اس زمانے میں علماء کرام کا احترام عوام کے دلوں میں گھر کر چکا تھا۔ اور اہل علم عوام کے دلوں پر حکمرانی کیا کرتے تھے۔

غواڑی میں آپ رحمہ اللہ کا طعام واستراحت حاجی قاسم رحمہ اللہ کے ہاں ہوتا تھا۔ حاجی قاسم رحمہ اللہ مولانا کا انتہائی عقیدت مند تھا۔ مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کے قائل تھے۔ ایک بار مولانا عبدالوہاب حنیف رحمہ اللہ سے بحث ومباحثہ ہوا تو حاجی رحمہ اللہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، مولوی عبدالوہاب رحمہ اللہ پر برس پڑے۔ حاجی قاسم رحمہ اللہ اور مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ دونوں کے مابین یہ عقیدت تاحیات روز افزوں رہی۔

آپ رحمہ اللہ کی خدمات:

آپ رحمہ اللہ کی علمی ودعوتی زندگی میں بعض اہم خدمات درج ذیل ہیں:

1۔ تحریک آزادی بلتستان کے دوران 48-1947 میں کرنل محمد خان عرف امیر تیمور کی درخواست پر بلتستان کے قریہ قریہ کا دورہ کیا اور حصولِ آزادی کے لیے جہاد کا اعلان کرتے ہوئے وجوب جہاد کے موضوع پر خوب وعظ وتبلیغ کیا۔ اور پاک فوج کے ساتھ ہر قسم کے تعاون کے لئے آمادگی پیدا کی۔

2۔ تحریک آزادیِ بلتستان کے مجاہدین کے لئے علاقہ علاقہ جا کر راشن جمع کیا اور پوری ذمہ داری کے ساتھ محاذوں تک پہنچانے کا بندوبست کیا۔

3۔ زندگی بھر لوگوں کے جھگڑوں کا شرعی تصفیہ اور فیصلہ کرتا رہا۔ اور حسب ضرورت دور دراز علاقوں میں جانے سے بھی کبھی دریغ نہیں کیا۔

4۔ 1942ء سے 1943 تک اور 1958ء سے تاوفات (1983) **انجمن اسلامیہ بلتستان** کا صدر رہا، اور اپنی علمی وعملی صلاحیت سے اہل سنت والجماعت کی نمائندگی کرتے رہے اور مختلف علاقوں میں عظیم الشان کانفرنسیں

منعقد کرائیں، جن سے دعوت وتبلیغ کو فروغ ملا۔ نیز اس جماعتی پلیٹ فارم سے مسلک حقہ کے تحفظ کے لئے فعال کردار ادا کرتے رہے۔

5۔ دارالعلوم میں آمد کے روز سے وفات تک 25 سال شیخ الحدیث رہے۔ اس کے علاوہ مختلف فنون بھی پڑھاتے رہے۔ آپ رحمہ اللہ کی ان عظیم خدمات کا عوض اللہ تعالیٰ نے اس شکل میں دیا کہ 78-1977ء میں دارالافتاء سعودیہ عربیہ کی جانب سے آپ چند اور دعاۃ کے ہمراہ معقول مشاہرہ پر داعی مقرر ہو گئے۔

بعض اہم فتاویٰ:

آپ کے قابل ذکر فتاویٰ سے متعلق ایک سوال کے جواب میں آپ کے شاگرد مولانا آزاد نے فرمایا:

۱۔ آپ احتیاطاً مطلق رضاعت کی بنا پر حرمت نکاح کے قائل تھے۔ جو کہ احناف کا نقطہ نظر ہے۔

۲۔ اندرون پاکستان یا پڑوسی ممالک کی رؤیت ہلال کو بلتستان کے لئے کافی نہیں سمجھتے تھے۔ البتہ اسلام آباد اور پشاور کی رؤیت کو کافی سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان دونوں مؤخر الذکر شہروں کے اور بلتستان کے وقت میں زیادہ تفاوت نہیں۔

۳۔ شرعی احکام مثلاً روزہ رکھنے یا عید کرنے کے متعلق ریڈیو کی خبر کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ پھر آپ کے شاگرد علماء کے بحث ومباحثے کے بعد رجوع کیا اور تسلیم کرنے لگے۔

۴۔ سعودیہ عربیہ سے ایک دو یوم قبل روزہ رکھ کر آنے والے طلباء کے لئے فرمایا کہ وہ سعودیہ کے حساب سے روزہ مکمل کریں اور چپکے سے روزہ کھول لیں۔

جب ظلم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا:

مولانا اپنی سرگزشتِ خودنوشت میں بیان کرتے ہیں:

''انجمن اسلامیہ بلتستان (اہل سنت کے مشترکہ پلیٹ فارم) کا کام بخوبی سرانجام پا رہا تھا۔ علاقے کے افسران کو یہ پسند نہ آیا، اور انہوں نے حکومت کو غلط رپورٹ دی، جس پر مخالفین نے توحید وسنت کے نوخیز پودے کو روز اول سے ہی سے اکھاڑ پھینکنے کی ٹھانی۔ اس کے لئے سکھ وزیر وزارت لداخ اور تحصیلدار کی ملی بھگت سے اس کا تیاپانچہ کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا گیا۔ ان مذموم مقاصد کی تکمیل کیلئے اوائل مارچ 1946ء میں سکردو میں ''سیرت کانفرنس'' کے نام پر تمام علماء اہل سنت والجماعت کو دعوت نامے آئے۔ مولانا مفتی کریم بخش رحمہ اللہ، حاجی خلیل رحمہ اللہ، مولانا عبدالمنان رحمہ اللہ، خود راقم، مولانا

نورالعین رحمہ اللہ، قاری محمد کوروی رحمہ اللہ، مولوی ثناءاللہ بلغاری رحمہ اللہ کے علاوہ عوام میں سے تین نمائندے کل 9 افراد پر مشتمل وفد باوضو ہو کر جامع مسجد اہل سنت کشوباغ داخل ہوئے اور چاشت کی نماز پڑھنے لگے۔ اتنے میں 10، 12 ہزار نفوس منظم انداز میں نعرہ بازی کرتے ہوئے اور دروازے اور کھڑکیاں توڑتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور نماز میں مصروف علماء پر یکدم ٹوٹ پڑے۔ مختلف اوزار سے زدوکوب کئے، اور انہیں ادھ موا کر کے مردہ سمجھ کر چلے گئے۔ اللہ کا یہ گھر فدائیان توحید ورسالت کے خون سے لالہ زار ہوا۔ ان مظلومین کو کشوباغ ہسپتال منتقل کیا گیا، جنہیں کئی روز بعد ہوش آیا۔"

ان میں سے سب سے زیادہ چوٹ آپ کو آئے تھے، کیونکہ آپ نے پگڑی پہن رکھی تھی اور مختلف شرعی فیصلوں کے ضمن میں اکثر لوگ آپ کو پہچانتے بھی تھے۔ آپ مزید تحریر کرتے ہیں:

"اس کے بعد کافی مقدمہ بازی ہوئی۔ لیکن علمائے اہل سنت کی کوشش یہ رہی کہ آئندہ کے لئے حفاظت وامن کی ضمانت ہو اور حالیہ زیادتی صلح ومصالحت سے حل ہو جائے۔ چنانچہ معاملہ لداخ وکرگل پہنچنے کے بعد علمائے اہل سنت کے ارباب حل وعقد کی مساعی اور اہل تشیع کے اظہار ندامت سے حل ہوا۔ اور آئندہ کے لئے امن وآشتی کا ایک معاہدہ نامہ لکھا گیا کہ ایک دوسرے کے خلاف دل آزاری کے القاب (وہابی/رافضی وغیرہ) استعمال نہیں کریں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں فریق یعنی اہل سنت (اہل حدیث واحناف) اور شیعہ مکتب فکر مل جل کر آزادی بلتستان کے لئے کام کرنے لگے۔ اور بلتستان آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوا۔ اور یہ خونچکاں واقعہ تاریخ کے دبیز تہ میں دب گیا۔"

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے کچھ حضرات یہ ہیں: مولانا عبدالواحد عبداللہ ناظم اعلیٰ جامعہ دارالعلوم بلتستان غواڑی، مولانا محمد حسن اثری رحمہ اللہ، مولانا محمد حسین آزاد نائب رئیس مجلس العمل، مولانا رستم سرموی، مولوی عبدالغفور چھوربٹی ساکن سکردو، مولوی احمد علی کوروی، مولوی محمد حسین سلفی، مولوی محمد حسین رشید، مولوی عبدالسلام ظفر، مولوی محمود اسماعیل، ابوسمیر اور مولوی محمد یوسف نورو غیرہ۔

ازواج واولاد:

آپ رحمہ اللہ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بڑا صاحبزادہ جناب حاجی ثناءاللہ صاحب L.B&R.D میں ایکسین ہے اور دوسرا صاحبزادہ جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب عصری علوم کے علاوہ مدینہ یونیورسٹی کے فارغ اور پنجاب یونیورسٹی سے

Ph.D ہیں۔آپ بلتستان کی تاریخ علوم وفنون میں پہلا اہلحدیث ہے جس نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔یقیناً یہ مسلک اہلحدیث کے لئے ایک اعزاز ہے۔اس وقت آپ پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات کے پروفیسر اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔دونوں صاحبزادیاں بھی متدین گھرانوں میں بیاہی گئی ہیں اور دونوں بیٹوں کی طرح اولاد ذکور وا ناث سے مالا مال ہیں۔

حلیہ واوصاف:

آپ میانے قد، بھاری بھرکم بدن، دراز ریش اور ستواں ناک تھے، اکثر اوقات سیاہ اچکن زیب تن کیا کرتے تھے۔ آپ کی وفات پر غالباً یہ اچکن بطور یادگار آپ کے تلمیذ خاص مولانا محمد حسن اثری رحمہ اللہ کے حصے میں آئی تھی۔

وفات حسرت آیات:

آپ رحمہ اللہ نے جامع مسجد یول غواڑی میں خطبہ جمعہ دیا تھا۔اسی ہفتے موضع براہ کے ایک مقدمے میں آپ شرعی فیصلہ کے لئے تشریف لے گئے۔ جماعت اہل حدیث بلتستان کی انتظامیہ بھی کتنی سادہ اور حفظ ماتقدم کو نظر انداز کرنے والی واقع ہوئی، کہ آپ حسب عادت اکیلے ہی چل دیے، خیر سے یہ سب تقدیر کا فیصلہ ہے، اس کے سامنے کسی کو بھی ملنے کی اجازت نہیں اور یہی ہمارا ایمان ہے "قدر اللہ و ما شاء فعل"۔اور اگر مگر کی باتیں محض آئندہ محتاط رہنے کے لیے ہیں۔

قصہ کوتاہ آپ براہ پہنچے، وہاں نہ معلوم آپ کے ساتھ کس قسم کا سلوک روا رکھا گیا، جہاں ساری آبادی اور متنازعہ فریقین سب اغیار اور غیر مذاہب کے ہیں۔غواڑی کے عوام کا عام تاثر یہ تھا کہ کھانے میں کچھ زہر وغیرہ ملایا گیا ہوگا۔بہرحال وہاں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ غیر ضروری بحث و بے ادبی کے ذریعے آپ سے زیادہ تکرار کی گئی تھی۔جس سے آپ کے دماغ پر بہت دباؤ پڑا۔

بہر حال آپ بخیر وعافیت ہنستے مسکراتے تشریف لے گئے اور وہاں سے ایک پسنجر گاڑی میں بے ہوش لائے گئے، اور مورخہ 31 مارچ 1983ء بروز جمعہ یوگو سے سکردو ہسپتال لے جائے جا رہے تھے کہ سکردو کے قریب تھورگو نامی گاؤں پہنچ کر آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔﴿إنا للہ وإنا إلیہ راجعون ۞﴾ اس وقت آپ کی عمر تقریبا 70 برس تھی۔

اس طرح پوری ربع صدی آپ رحمہ اللہ نے دارالعلوم کی خدمت کی۔آپ کی وفات سے علاقہ بھر میں کہرام مچ گیا۔ پہلے غواڑی میں ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ پڑھی ، اس سے قبل اتنا ہجوم دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔

اہالیان غواڑی نے آپ کو یہیں دفنانے کی اجازت طلب کی، تاہم یوگو کے احباب آپ کو وہیں لے جانا چاہتے تھے۔ یوگو میں ہی تمام عزیز واقارب اور سینکڑوں نمناک آنکھوں کے سامنے آپ کو اپنے آخری مرقد میں سلا دیا گیا۔ اس طرح علم وعمل کا یہ درخشاں ستارہ یوگو کے افق سے طلوع ہوا، دہلی کے مدارس نے اسے مہمیز دی، غواڑی میں جگمگا اٹھا، علاقہ بلتستان اس روشنی سے چمک اٹھا، بالآخر پھر یوگو کے افق میں غروب ہوا۔ ہزاروں دل دھڑک اٹھے، ہزاروں آنکھیں پتھرا گئیں، ہزاروں کی امیدیں بجھ گئیں۔ مگر اس احکم الحاکمین کا فیصلہ اٹل تھا، کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہ تھی۔ واضح ہو گیا کہ سب کے سب اس قادر مطلق کے عاجز بندے ہیں، چاہے مانیں یا نہ مانیں۔

أيا قبر معن كيف واريت جوده		و قد كان منه البر و البحر مترعا

لله ما أعطى وله ما أخذ وكل شئ بأجل، اللهم اغفر له وارحمه واكرم نزله و ادخله جنة الفردوس يا ارحم الراحمين آمين

ہر دلعزیز ہونے کے 20 گُر

۱۔ سلام کرنے میں پہل کیجیے۔
۲۔ ہنس مکھ سے پیش آیئے۔
۳۔ دوسرے کے ساتھ خندہ پیشانی اور عزت سے پیش آیئے۔
۴۔ لوگوں کی خوشی وغمی میں شریک ہو جایئے۔
۵۔ دوسروں کی ضرورت حسب استطاعت پوری کیجیے۔
۶۔ بھول چوک اور لغزشوں سے درگزر کیجیے۔
۷۔ غیر موجودگی میں پرسان حال کیجیے۔
۸۔ ہدیہ وتحفہ دینے میں بخل نہ کیجیے۔
۹۔ نصیحت کو نصیحت ہی رکھیے، رسوائی نہ کیجیے۔
۱۰۔ عقیدت کا اظہار کیجیے۔
۱۱۔ مخاطب کی دلچسپی دیکھ کر حصہ لیجیے۔
۱۲۔ مثبت رویہ اختیار کیجیے۔
۱۳۔ تعریف کے موقع پر تعریف کیجیے۔
۱۴۔ گفتگو میں بادب الفاظ کا انتخاب کیجیے۔
۱۵۔ خوب فروتنی سے پیش آیئے۔
۱۶۔ کمزور پہلو ڈھونڈنے سے احتراز کیجیے۔
۱۷۔ دوسرے کی بات خاموشی سے سنیے۔
۱۸۔ جان پہچان کا دائرہ وسیع کیجیے۔
۱۹۔ نیکی کر کے احسان نہ جتایئے۔
۲۰۔ اہتمام ودلچسپی کا دائرہ بڑھایئے۔

(بشکریہ الفرقان، 26 اپریل 2004)